© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

عراق میں پاکستانی فوج بھیجنے کا مسئلہ

چار ممالک کے بیس روزہ دورے سے وطن واپسی پر صدر پرویز مشرف نے اپنی پریس کانفرنس میں تقریباً تمام اہم موضوعات پر اظہارِ خیال کیا۔ عراق میں پاکستانی فوج بھیجنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ

''میں نے پاکستانی فوج عراق بھیجنے کا کسی سے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ ہمیں دو بریگیڈ فوج بھیجنے کے لئے کہا گیا ہے لیکن اس معاملے کے بہت سے حساس پہلو ہیں۔ ہمیں ان سارے پہلوؤں کا جائزہ لینا ہوگا۔ ہمیں مسلم ممالک کو بھی اعتماد میں لینا ہوگا۔ ہم سے ایک بریگیڈ کی درخواست امریکہ اور ایک کی برطانیہ نے کی ہے۔ تاہم تمام پہلوؤں پر غور کیا جارہا ہے۔ جب تک ہمارے تحفظات دور نہیں ہوجاتے، کوئی پاکستانی فوجی عراق نہیں جائے گا۔''

صدر سے پوچھا گیا: ''کیا حتمی فیصلے سے قبل اس معاملے کو پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا جائے گا؟'' صدر نے تھوڑے تذبذب کے بعد کہا: ''جی ہاں! اس سلسلے میں ہر سطح پر بحث ہونی چاہئے۔ کابینہ کی سطح پر بھی اور پارلیمنٹ میں بھی؛ اس معاملے کو پارلیمنٹ کے اندر زیر بحث لانے میں کوئی حرج نہیں لیکن پہلے پارلیمنٹ سنجیدگی سے کوئی کام تو شروع کرے۔''

عراق میں پاکستانی فوج بھیجنے کے حوالے سے صدر کے اِن ارشادات میں روشنی کی کرن موجود ہے لیکن گذشتہ ہفتوں کے دوران وہ جو کچھ کہتے رہے ہیں، اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عراق میں دستے بھیجنے کا اُصولی فیصلہ ہوچکا ہے اور معاملہ صرف اس کی جزئیات طے کرنے، ان دستوں کو معاوضے کی ادائیگی، ان کی تعیناتی اور ان کے سروں پر لہرانے والے جھنڈے کا ہے۔ کیمپ ڈیوڈ میں صدر بش سے ملاقات کے بعد اے بی سی ٹیلیویژن کو انٹرویو

© rasailojaraid.com

دیتے ہوئے انہوں نے کہا تھا:

''پاکستان اُصولی طور پر عراق میں اپنی فوج بھیجنے کے لئے تیار ہے۔ ہم آٹھ ہزار فوجی عراق بھیج سکتے ہیں۔ لیکن اس ضمن میں بعض تفصیلات طے ہونا باقی ہیں۔''

پیرس میں نیوز کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے اپنا یہی موقف دہرایا تھا:

''ہم اُصولی فیصلہ کرچکے ہیں لیکن بہتر ہوگا کہ ہماری فوج اقوام متحدہ، اسلامی کانفرنس یا خلیج تعاون کونسل کے پرچم تلے کام کرے۔''

اسی دوران اے ایف پی نے یہ خبر دی کہ پاکستانی دستوں کے ضمن میں شرائط اور جزئیات طے کی جارہی ہیں اور اس بارے میں پاکستان حتمی فیصلہ کرچکا ہے۔ ۶/جولائی کو شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق واشنگٹن کے سرکاری حلقوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ اس ماہ کے اواخر تک آٹھ سے دس ہزار فوجیوں پر مشتمل دو بریگیڈ عراق پہنچ جائیں گے۔

صدر کی پریس کانفرنس میں اس یقین دہانی کے باوجود کہ ''جب تک ہمارے تحفظات دور نہیں ہوجاتے کوئی پاکستانی فوجی عراق نہیں جائے گا۔'' بات پوری طرح واضح نہیں ہوسکی۔ ایک تو یہی عقدہ نہیں کھل رہا کہ ہمارے تحفظات کیا ہیں؟ کیا معاملہ تنخواہ وغیرہ کا ہے؟ کیا صرف یہ اُلجھن ہے کہ ہمیں براہِ راست امریکی یا برطانوی کمان میں نہ رکھا جائے بلکہ ہمارے سروں پر کسی اور تنظیم کی چھتری تان دی جائے؟ کیا ہمیں اپنے ضمیر کی خلش مٹانے کے لئے کسی اور پرفریب جواز کی حاجت ہے؟ وہ تحفظات کون سے ہیں جن کے دور ہونے کے بعد ہماری فوج تلواریں سونتے عراق پہنچ جائے گی۔ شکوک وشبہات کا مکمل ازالہ اس لئے بھی نہیں ہو پایا کہ خود جنابِ صدر کی گفتگو میں کئی پیچ تھے۔ مثلاً انہوں نے اسی پریس کانفرنس میں ایک بار پھر کہا کہ ''ہم یقیناً عراق جانا چاہتے ہیں لیکن بغیر کسی کور کے نہیں۔ ہم عراقی بھائیوں کی مدد اور عراق کی تعمیر نو کے لئے جانا چاہتے ہیں۔'' اس سے یوں لگتا ہے جیسے صدر کا ذہن پوری طرح یکسو نہیں یا پھر وہ امریکی دباؤ اور قوم کے ردِعمل کا موازنہ کررہے ہیں اور کوئی دوٹوک موقف اختیار کرنے سے گریزاں ہیں۔

© rasailojaraid.com

امریکہ اور برطانیہ اب تک ۷۰ ممالک سے فوج بھیجنے کی درخواست کر چکے ہیں۔ ابھی تک انہیں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ ترکی سے کہا گیا ہے کہ وہ علامتی طور پر اپنے پندرہ سو سپاہی کسی محفوظ مقام پر تعیناتی کے لئے بھیج دے۔ ترکی ابھی تک فیصلہ نہیں کر پایا۔ اسی ترکی نے امریکی سپاہیوں کو عراق پر حملے کے لئے اپنی سرزمین دینے سے انکار کر دیا تھا اور ۲۵/ ارب ڈالر کی رشوت پائے حقارت سے ٹھکرا دی تھی۔ اپنی اخلاق باختہ جنگ کو جائز بنانے کے لئے امریکہ کو پاکستان جیسے اسلامی ملک کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے وہ عراق کے پاس پڑوس کے ان مسلم ممالک کو بھی آمادہ کرسکتا ہے جن کی سرزمین پہلے ہی اس کی لشکر گاہوں سے آباد ہے۔ لیکن یہ ہمارے لئے سراسر خسارے کا سودا ہوگا۔ امریکیوں کے زیر تربیت سات پولیس کیڈٹس کے قتل کے بعد بی بی سی نے کہا ہے کہ ''اب صرف جارح افواج ہی نہیں، ان سے تعاون کرنے والا ہر فرد نشانہ بنے گا، چاہے وہ عراقی ہی کیوں نہ ہو۔''

امریکہ شدید مشکلات سے دوچار ہو چکا ہے، اندرونِ خانہ صدر بش اور ان کے حواریوں پر شدید دباؤ پڑ رہا ہے کہ انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا۔ عراق پر حملہ کشی کے لئے جعلی دستاویزات کا سہارا لیا۔ ایسے تخیلاتی ہتھیاروں کا واویلا کیا جو صرف پینٹاگان کے نہاں خانہ تصور میں ذخیرہ کئے گئے تھے۔ دوسری طرف عراق کی سرزمین غیر ملکی قابض افواج کے لئے تنگ ہوتی جارہی ہے۔ اگلے روز فلوجہ میں بڑے بوڑھے عراقی جمع ہوئے، ان میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کی آنکھوں میں نورانی چراغ کی طرح روشن رہنے والا کوئی نہ کوئی نوجوان بیٹا امریکی گولیوں کا نشانہ نہ بنا ہو۔ ان بزرگوں نے اپنے بچے کھچے جوانوں اور نوعمر لڑکوں کو جمع کرکے کہا: ''بچو! امن کے لئے عراقی پولیس سے تعاون کرو لیکن اپنی سرزمین پر قبضہ کر لینے والی غاصب غیر ملکی فوجوں کی بھرپور مزاحمت کرو۔ یہ تم پر فرض بھی ہے اور قرض بھی۔''

ڈونلڈ رمز فیلڈ کا کہنا ہے کہ ''عراق میں ہم پر ہر روز درجن کے لگ بھگ حملے ہو رہے ہیں، تابوتوں کی قطار ٹوٹنے نہیں پا رہی، مارچ کے مہینے سے عراق میں تعینات امریکہ کے تھرڈ انفینٹری ڈویژن کے سورما تھک چکے ہیں۔ یہ ڈویژن عراق میں اپنے ۳۷/ افسروں اور جوانوں

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

سے محروم ہو چکا ہے۔ اس قدر جانی نقصان کسی دوسرے امریکی ڈویژن کا نہیں ہوا۔ دلبرداشتہ اور پست حوصلہ ڈویژن کو نوید دی گئی تھی کہ بہت جلد اس کے دو بریگیڈز کے تقریباً ۹ ہزار لشکریوں کو واپس بلا لیا جائے گا۔ امریکہ چاہتا ہے کہ وہ ڈیڑھ لاکھ فوج کو مرحلہ وار عراق سے نکال لے اور یہ خلا کرائے کے ان سپاہیوں سے پُر کیا جائے جن کے ممالک کی قیادتیں انہیں اس آگ کا ایندھن بنانے پر آمادہ ہو جائیں گی۔ اس ضمن میں بھارت پر بڑا تکیہ کیا جا رہا تھا لیکن ان کی طرف سے واضح 'نہ' کے بعد تھرڈ انفینٹری ڈویژن کے پا بہ رکاب فوجیوں سے کہا گیا ہے کہ فی الحال وہ وطن واپسی کا خیال دل سے نکال دیں۔

بھارت کا اُصولی فیصلہ

بھارت کو قائل کرنے کے لئے خاصی کوششیں کی گئیں، جون کے اوائل میں جب بھارت کے ڈپٹی وزیراعظم ایل کے ایڈوانی امریکی دورے پر گئے تو انہیں سربراہِ حکومت کا پروٹوکول دیا گیا۔ ایڈوانی بھارت کے متوقع وزیراعظم کے طور پر دیکھے جا رہے ہیں۔ جارج بش سے ان کی خصوصی ملاقات ہوئی۔ ۱۱؍جون کو انہوں نے ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں ان اپوزیشن جماعتوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جو عراق میں فوجی دستے بھیجنے کی مخالفت کر رہی تھیں۔ انہوں نے کہا: ''ان جماعتوں کو اصل حقائق کا علم نہیں اور وہ بے خبری کے باعث ایسا کر رہی ہیں۔'' امریکہ نے ایڈوانی کو اپنے موقف کا قائل کر لیا۔ جارج بش کا خیال تھا کہ اپنی طاقتور سیاسی حیثیت کے باعث ایڈوانی اپنی بات منوانے میں کامیاب ہو جائیں۔ دوسری طرف بھارت سے رخصت ہونے والے امریکی سفیر بلیک وِل کی خدمات کا سہارا لیا گیا۔ بلیک ول نے سفارتی آداب اور تقاضوں سے ہٹ کر بھارتی موقف کی ترجمانی کی اور بالخصوص پاکستان کے بارے میں انتہائی زہرناک بیانات جاری کئے۔ بلیک ول کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بھارتی سیاستدانوں بالخصوص کابینہ کے ارکان کے ساتھ انتہائی قریبی دوستانہ تعلقات قائم کر لئے ہیں اور وہ حکومتی فیصلوں پر اثر انداز ہونے کی قدرت رکھتے ہیں۔ بلیک

© rasailojaraid.com

ول کا مشن یہ تھا کہ وہ بھارتی لیڈر شپ کو عراق میں فوج بھیجنے پر آمادہ کریں۔ اس کے عوض انہیں امریکہ میں کسی اچھے منصب پر فائز ہونے کی توقع تھی۔

ایڈوانی نے اچھے وکیل کا کردار ادا کیا۔ بلیک ول نے اپنی سفارتی صلاحیتیں بھرپور انداز میں استعمال کیں، لیکن مسئلہ یہ بن گیا کہ بھارت میں جمہوریت تھی اور جمہوریت کتنی ہی خودسر یا بلند پرواز کیوں نہ ہو، بظاہر زمین سے ناطہ نہیں توڑ سکتی، عوام کی سوچ اور جذبات اس کے لئے بظاہر زنجیر پا بن جاتے ہیں۔ بھارتی سیکرٹری خارجہ امریکی دورے پر گئے تو انہیں بھی رام کرنے کی بھرپور کوششیں کی گئی لیکن انہوں نے روکھے انداز میں جواب دے دیا کہ یہ ایک نازک اور حساس معاملہ ہے جس کے بارے میں حتمی فیصلہ سیاسی قیادت کرے گی۔ امریکہ نے اس دوران بھارت کو کئی سبز باغ دکھائے اور عراق میں پُرکشش ٹھیکوں کا لالچ دیا۔

بھارت میں جمہوری مشق جاری رہی، کئی ممالک سے رابطے ہوئے۔ شام اور ایران نے ٹروپس بھیجنے کی مخالفت کی۔ سعودی عرب اور ترکی نے بھی پُرجوش حمایت سے گریز کیا۔ اُردن اور کویت نے کہا کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں، اِدھر بھارتی عوام نے کھل کر امریکہ کی اندھی حمایت کی مخالفت کی۔ واجپائی کے سامنے اگلے سال ہونے والے انتخابات کا منظر بھی تھا۔ بالآخر کابینہ کی کمیٹی برائے سیکورٹی نے وزیراعظم کی سربراہی میں ہونے والے طویل اجلاس میں فیصلہ کیا کہ ''بھارت امریکہ کی کمانڈ تلے اپنے دستے عراق نہیں بھیجے گا۔''

ایک سینئر بھارتی عہدیدار نے ٹائمز آف انڈیا کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا: ''ہم نے ایک اُصولی فیصلہ کیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ امریکی درخواست اقوامِ متحدہ کے فریم میں فٹ نہیں آتی ہم نے اس مسئلے کو کسی بزنس ڈیل کے حوالے سے نہیں 'اُصول کی آنکھ' سے دیکھا۔''

بھارتی سینئر اہلکار کے الفاظ تھے:

"India is not a player in international politics to get some contracts."

''بین الاقوامی سیاست میں بھارت کا کردار محض چند ٹھیکے حاصل کرنا نہیں۔''

© rasailojaraid.com

چین کے ساتھ کشیدگی میں کمی کر کے اور عراق میں فوج نہ بھیجنے کا جرات مندانہ قدم اٹھا کر بھارت نے بھی ایک 'اصولی فیصلہ' کیا ہے۔ اس اُصولی فیصلے نے اس کے جمہوری قد کاٹھ کو کئی گنا بلند کر دیا ہے اور عالمی سیاست میں اس کے کردار کو وقار بخشا ہے۔ لیکن کیا اس فیصلے نے واقعی ہمارے لئے کوئی مشکل پیدا کر دی ہے؟

بھارت کا کہنا ہے کہ عراق میں فوج نہ بھیجنے کا فیصلہ اس لئے اُصولی ہے کہ

''دنیا کی سب سے بڑی جمہوریہ ہونے کے ناطے وہ کسی سامراجی قوت کے عزائم کا معاون نہیں بن سکتا کیونکہ عراق میں امریکی کارروائی کو اقوامِ متحدہ کی چھتری میسر نہیں آسکی اور نہ ہی ابھی تک اس عالمی ادارے نے باضابطہ طور پر عالمی برادری سے اپنی افواج بھیجنے اور اپنے پرچم تلے کردار ادا کرنے کی اپیل ہے۔''

یہ اس ملک کا ردعمل ہے جس کا بصرہ، بغداد یا نجف و کربلا سے کوئی رشتہ نہیں۔ جس کے عوام کا سرزمین دجلہ و فرات سے کوئی روحانی تعلق نہیں۔ جو اہل عراق سے کوئی مذہبی اور جذباتی ناطہ نہیں رکھتا۔ اگر وہ مالِ غنیمت سے حصہ پانے اور ٹھیکے لینے کے لئے کرائے کے سپاہی وہاں بھیج دے تو اس کے دامن پر کوئی دھبہ نہیں لگتا۔

بھارت اگر عراق میں فوج بھیجنے کا فیصلہ کر بھی لیتا تو اسے وہ مشکلات درپیش نہیں تھیں جن کا ہمیں سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اوّل تو بھارت کا بصرہ وکوفہ، نجف و کربلا سے کوئی روحانی، نظریاتی یا تاریخی رشتہ و تعلق نہ تھا۔ پھر وہ ماضی میں ۳۶ ممالک میں کم وبیش ۶۰ ہزار فوجی ٹروپس بھجوا چکا ہے۔ امریکہ کی خوشنودی اور عراق کی تعمیر نو میں اپنے نمایاں کردار کے لئے وہ اب بھی ایسا کرسکتا تھا لیکن معاملہ اس اُصول کی وجہ سے بگڑ گیا کہ عراق میں مجوزہ امن مشن کو اقوامِ متحدہ کی سرپرستی حاصل نہیں۔ جارج بش کی طرف سے کی جانے والی ذاتی درخواست کو مسترد کر دینے اور پینٹا گان کی طرف سے بھیجنے جانے والے اعلیٰ سطحی وفد کو ٹکا سا جواب دینے کے لئے بھارت کو جواز تراشنے یا تاویلات کے طوطے مینا اُڑانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔

© rasailojaraid.com

پاکستانی تعاون کی بنیاد کیا ہے؟

ہمیں کیا مشکل درپیش ہے؟ بھارت نے تو اس مسلمہ اُصول کی بنیاد پر ایک واضح فیصلہ کرلیا کہ اس کی افواج کسی طور امریکی کمانڈ کے تحت کام نہیں کریں گی اور وہ صرف ایسی امن فوج کا حصہ بنیں گی جس کی کمان اقوامِ متحدہ کے ہاتھ میں ہوگی۔ ہم نے کس فارمولے، کلئیے یا اُصول کی بنیاد پر یہ فیصلہ کرلیا کہ ہمیں امریکہ اور برطانیہ کی درخواست پر دو بریگیڈ فوج بھیجنے میں کوئی تامل نہیں؟ اگر یہ اُصول امریکہ کی ہر خواہش کا احترام اور اس کے ہر فرمان کی بے چوں و چرا اطاعت ہے تو پھر یقیناً ہمارا فیصلہ درست ہے۔ اگر اس 'اُصولی فیصلے' کی اساس 'سب سے پہلے پاکستان' کا نعرہ اور اس کا یہ مفہوم ہے کہ کسی فائدے کے لئے ہم اخلاق، نظریے، تاریخ اور اقدار کی ساری زنجیریں توڑ سکتے ہیں تو بھی درست ہے۔ اگر ہمیں سنایا جانے والا یہ حکم تین بلین ڈالر کی تخیلاتی گرانٹ سے وابستہ کسی پردہ پوش شرط سے منسلک ہے تو بھی معاملہ قابل فہم ہے۔ پاکستان کے چودہ کروڑ انسانوں کو معلوم تو ہونا چاہئے کہ اس 'اُصولی فیصلے' کی بنیاد کیا ہے؟ عین ممکن ہے کہ وہ نہ صرف عراق میں فوجی دستے بھیجنے بلکہ خود بھی سروں پر کفن باندھ کر امریکی اور برطانوی لشکروں میں شامل ہوجائیں اور اہل کوفہ و بغداد کے لہو کو اپنی اُخروی نجات کا سامان بنالیں لیکن انہیں کچھ پتہ تو چلے!!

کیا ہمیں نظر نہیں آرہا کہ عراق میں الاؤ بھڑک اٹھا ہے اور اس کے شعلے تند و تیز ہوتے جارہے ہیں۔ دو روز قبل صوبہ حدیثیہ کے گورنر کو بیٹے سمیت قتل کردیا گیا۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ گورنر علی محمد نائل جعفری کی امریکہ نواز پالیسیاں عوام کو پسند نہ تھیں۔ اسی روز ایک امریکی ۱۳۰سی جہاز پر میزائل داغا گیا۔ اسی روز دو مختلف حملوں میں دو امریکی ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے۔ گزشتہ روز کی دو اخباری رپورٹوں سے معلوم ہوا کہ اغوا اور آبروریزی کی بڑھتی ہوئی وارداتوں کے ڈر سے نوجوان بچیوں نے سکول اور کالج جانا چھوڑ دیا ہے۔ ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ امریکیوں نے بغداد کی معروف شاہراہوں کے نئے امریکی نام رکھ لئے ہیں۔ یہ

© rasailojaraid.com

بھی قیاس کیا جارہا ہے کہ قابض افواج کے جانی نقصانات کو چھپایا جارہا ہے۔ خبر رساں ایجنسیوں کا کہنا ہے کہ رپورٹ شدہ ہلاکتوں کی تعداد ۱۴۷ تک پہنچ گئی ہے اور یہ اس مجموعی جانی نقصان کے برابر ہے جو امریکیوں کو ۱۹۹۱ء کی جنگ خلیج میں اٹھانا پڑا تھا۔

چھلنیوں سے چھن چھن کر آنے والی اطلاعات بھی اس امر کی تصدیق کررہی ہیں کہ امریکہ شدید مشکلات سے دوچار ہوچکا ہے اور بھنور کی لہریں بپھرتی جارہی ہیں۔ عراقی عوام مسلک، فرقے اور نسل کی تمیز وتفریق کو ایک طرف رکھتے ہوئے اپنی عزت و بقا کا معرکہ لڑ رہے ہیں۔

۲۵ رکنی کونسل بھی 'بون کانفرنس' میں تشکیل پانے والی افغان حکومت کا عراقی ایڈیشن ہے۔ نہ یہ عراقی عوام کی نمائندہ ہے اور نہ ہی اسے ان کی تائیدوحمایت حاصل ہے۔ یہ ایک 'بندوبست' ہے جس کا مقصد اقوامِ متحدہ کے لئے جواز پیدا کرنا ہے تاکہ وہ امریکہ کی حسب منشا کوئی ایسی قرارداد منظور کرلے جس کے بعد بھارت سمیت کئی ممالک کا اعتراض دور ہوجائے اور وہ اپنی فوجیں عراق بھیجنے پر آمادہ ہوجائیں۔ کوفی عنان کا دورۂ امریکہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ چند دنوں میں نام نہاد عراقی کونسل کا ایک وفد اقوامِ متحدہ پہنچ جائے گا اور پھر ناٹک کا نیا سین شروع ہوجائے گا۔

لمحۂ فکریہ! پاکستان کو اس معاملے میں کوئی حتمی قدم اُٹھانے سے پہلے یہ ضرور سوچ لینا چاہئے کہ اس کے فوری اور دوررَس اثرات کیا ہوں گے؟ ممکن ہے ہمیں تھوڑے سے ڈالر اور شاباشی کے طور پر کچھ تحسینی بیانات مل جائیں لیکن نقصان اتنا زیادہ ہوگا کہ شاید اس کا تخمینہ لگانا بھی مشکل ہو۔ اہل پاکستان کے دلوں کی بستیاں پہلے ہی کھنڈر ہوچکی ہیں۔ اب اگر عراق میں بھی ہم نے کوئی فدویانہ کردار قبول کرلیا تو فکرو احساس پر نہایت کاری ضرب لگے گی۔ ممکن کہ دفتر خارجہ کے نابغے اور امریکی اہلکار کوئی سنہری جال بن رہے ہوں۔

ہم اس آگ میں کیوں کودنا چاہتے ہیں؟ اپنے آپ اور اپنی قوم کو فریب دینے کے لئے کیوں بہانے تلاش کررہے ہیں؟ کیوں دوسروں سے کہتے ہیں کہ اس گناہ کے لئے ہمیں

© rasailojaraid.com

کوئی چھتری فراہم کرو؟ صدر مشرف کو یقین و ایمان کی پوری قوت کے ساتھ صاف اور دو ٹوک الفاظ میں یہ کہہ دینا چاہئے کہ میری قوم یہ نہیں مانتی۔ ہم کسی بھی جواز، کسی بھی بہانے اور کسی بھی خوبصورت حیلے کی آڑ میں اپنی فوج نہیں بھیجیں گے۔ ہم ایسی تعمیر نو میں حصہ لینے کے لئے تیار نہیں، جس سے خود ہمارے ایمان کی بستیاں کھنڈر ہو جائیں۔ صاف صاف بتا دیجئے کہ اب ہماری قباؤں پر کسی اور داغ کے لئے کوئی جگہ نہیں رہی۔

یہ بھی کہا جارہا ہے کہ پاکستانی فوج صرف سکولوں، ہسپتالوں اور فلاحی و رفاہی خدمات کے اداروں میں فرائض سرانجام دے گی لیکن یہ محض ایک فریب ہوگا۔ اصل بات صرف یہ ہے کہ کیا پاکستان کو امریکی اہداف و مقاصد کا ساتھ دینا چاہئے یا عراقی عوام کا؟ یہ تو ظاہر ہے کہ ہم الم نصیب قوم کا ساتھ دینے سے معذور ہیں۔ بھارت اُردن کے تعاون سے نجف میں ایک بڑا ہسپتال قائم کررہا ہے۔ ہم سے تو اتنا بھی نہیں ہو پایا، تو پھر کیا ہم یہ بھی نہیں کرسکتے کہ ظالم ومظلوم کی اس جنگ میں غیر جانبدار ہوجائیں؟ کیا بھارت کے اُصولی فیصلے کے بعد بھی ہم اپنے 'اُصولی فیصلے' پر قائم رہتے ہوئے اپنی داغ داغ جبیں پر ایک اور داغ لگا بیٹھیں گے؟

[محترم عرفان صدیقی کے کالموں سے اَخذ و ترتیب ...... حسن مدنی]

مولانا عزیز زبیدیؒ پر محدث کی اشاعتِ خاص
تیاری کے آخری مراحل میں ہے۔
ادارۂ محدث میں اُن پر مضامین لکھوانے کے علاوہ
معروف اہل قلم سے بھی اس سلسلے میں رابطہ کیا گیا ہے جن میں سے
بعض کے مضامین ہمیں وصول بھی ہوچکے ہیں۔
وہ حضرات جو مولانا کے بارے میں کچھ لکھنا چاہتے ہوں
اوّلین فرصت میں لکھ کر ادارۂ محدث میں ارسال کریں۔
آئندہ شمارہ مولانا زبیدی پر ہوگا، ان شاء اللہ
مضامین وصولی کی آخری تاریخ ۱۵/ اگست ہے۔ ادارہ

www.KitaboSunnat.com